رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دین کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۴ | ۱۶ ستمبر ۱۹۱۶ء | شنبہ | مطابق ۱۶ ذیقعد ۱۳۳۴ ہجری | نمبر ۲۱

مدینۃ المسیح

حضرت ام المومنین مالیر کوٹلہ سے تشریف لے آئی ہیں۔

حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ صاحبہ کی طبیعت کسی قدر علیل ہے جملہ احباب دعا فرماویں۔ کہ خدا تعالےٰ آپکو صحت و عمر درازی عطا فرمائے

ماسٹر محمد یوسف صاحب و شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نواں شہر میں سکھوں سے تحریری مباحثہ کر کے واپس آ گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے سکھوں کے مقابلہ میں کامل فتح عطا فرمائی۔ شیخ محمد یوسف صاحب کے دلائل سنکر حضار مجلس عش عش کر اُٹھے۔ اور سکھ مناظر نے شیخ صاحب موصوف کو نقد قیمت دیکر اپنے نام اخبار نور جاری کروایا۔ چونکہ مباحثہ تحریری تھا۔ امید کہ آئندہ اخبار نور میں چھاپ دیا جائیگا۔

اخبار احمدیہ

ہوشیارپور سے ایک نامہ نگار لکھتے ہیں۔ کہ کل مولوی ثناءاللہ صاحب کے پادری جوالا سنگھ صاحب کی بحث مسئلہ صفات باری تعالےٰ کے عین اور غیر پر تھی۔ سامعین کو کچھ پتہ نہیں لگتا تھا۔ جوالا سنگھ خوب بولتا رہا جسکا اثر سامعین پر ہمارے حق میں بہت ہی اچھا ہوا۔ مولوی ثناءاللہ نے کہا۔ کہ صفات باری تعالےٰ عین ذات ہیں۔ جوالا سنگھ نے اعتراض کیا۔ کہ اسطرح تو حقوق میں تمیز نہیں رہتی۔ اس نے بڑی تحدی سے کہا۔ کہ اگر مسیح انسان ہے۔ تو اس کی نظیر پیش کرو۔ جو کہ ہزارہا سال سے بلا اکل و شرب آسمان پر بجسدہ العنصری موجود ہو۔ ان باتوں کا ثناءاللہ کوئی جواب نہ دے سکا۔

میرے روبرو یہ باتیں لوگوں نے ظاہر کیں۔ (۱) ان دونوں کو صفات الٰہیہ کا پتہ بھی نہیں۔ (۲) کل پرسوں پادری خوب لاجواب کیا گیا تھا۔ (۳) کل پرسوں مسیح کے متعلق اسطرح کی باتیں نہیں کرتا تھا۔ (۴) مولوی ابراہیم نے زندہ ثبوت اسلام کا مرزا صاحب کے مسیح ہونے کا اور مفتی محمد صادق صاحب نے کل رات خوبی اسلام پیش کر کے اسکو خاموش کر دیا تھا۔ (۵) احمدیوں نے اس کی خوب خبر لی۔ ہمارے مسلمانوں میں یہ خرابی ہے۔ کہ کوئی احمدی کتنا ہی نیک کام کرے۔ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ (۶) مفتی محمد صادق صاحب کی عام طلب راج ہے۔ کہ انھوں نے پادری صاحب کو خوب خاموش کرا دیا تھا۔

ہمارے ایک بھائی مشکلات میں — اخویم نظام الدین درزی نیر دبی پلش

(باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا)

ایسٹ افریقہ سے لکھتے ہیں۔ کہ میں تھوڑے عرصہ سے دشمنوں کے پنجہ میں گھرا ہوا ہوں۔ وجہ یہ ہوئی۔ کہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے مطابق بندہ نے یہاں کے چند شریروں کے مقابلہ میں جو حقیقۃً گورنمنٹ عالیہ کے مخالف لوگوں کے بھڑکانے کی کوشش کرتے تھے۔ وعظ کہنا شروع کیا یعنے جو لوگ اُن کی باتوں سے متاثر ہو کر میرے پاس آتے۔ میں انکو سمجھاتا تھا۔ کہ اس گورنمنٹ کے ہم پر اسقدر احسان ہیں۔ کہ ہم بالکل اُتار نہیں سکتے۔ ہم کو اس گورنمنٹ انگریزی نے بہت آرام پہونچایا۔ اور ہمارے نہایت چھوٹے چھوٹے لوگوں کو تعلیم دیکر اعلےٰ عہدوں پر ممتاز کیا۔ ہمارے مال و جان کی اسطرح حفاظت کی۔ جسطرح ہمارے مہربان والدین اپنے بچوں کی کرتے ہیں۔ جب ان شریروں کو پتہ لگا۔ تو وہ میرے برخلاف منصوبے کرنے لگے۔ پہلے تو لوگوں کو بھڑکایا۔ کہ یہ شخص کافر ہے۔ جو مسلمانوں کے خلاف کہتا ہے۔ جبکہ اس وقت ترکوں کے ساتھ انگریز لڑ رہے ہیں۔ تو یہ کیوں ہم لوگوں کو کہتا ہے۔ کہ ترک اگرچہ مسلمان ہیں۔ مگر وہ قرآن کے خلاف انگریزوں سے جنگ کر رہے ہیں۔ ہماری جماعت کے لوگ یہاں بہت کم ہیں۔ اس لئے ہم ان شریروں سے بہت ڈرتے ہیں۔ کیونکہ اگر کوئی مقدمہ ہوجاوے۔ تو سچی شہادت بھی کوئی مسلمان ہماری نہیں دیتا۔ اس واسطے کہ ہم لوگ ترکوں کے خلاف کہتے ہیں۔ چنانچہ اسی بناء پر ایک جھوٹا مقدمہ مجھ پر دائر کیا گیا۔ جو بیدار مغز اور نہایت عقلمند حاکم نے تین مہینے کے بعد خارج کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اور مقدمہ مجھ پر جھوٹا کر دیا ہے۔ اور گواہ بھی جھوٹے ان لوگوں نے بنا لئے ہیں۔ برائے خدا دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھ کو اس بہتان عظیم سے بچا لیوے۔ ورنہ بندہ کو سخت نقصان پہنچے گا۔ خدا جانتا ہے۔ کہ یہ لوگ محض اسی واسطے میرے دشمن ہوگئے ہیں۔ کہ میں کیوں گورنمنٹ انگریزی کی خیرخواہی کرتا ہوں۔ مگر یہ تو دیوانی مقدمہ ہے۔ اگر مجھ کو یہ لوگ پھانسی بھی لگوا دیں۔ تو بھی میں اپنے مرشد کے حکم کے مطابق مرتے دم تک انشاء اللہ اپنی سچی ہمدرد گورنمنٹ انگریزی کی خیرخواہی کو نہ چھوڑوں گا۔

احمدیہ ہوسٹل لاہور بفضل خدا احمدیہ ہوسٹل لاہور کا انتظام مکمل ہو گیا ہے۔ طلباء میاں محمد شریف صاحب احمدی وکیل کی معرفت اس میں داخل ہوں۔

واقعات عالم

جاسوسوں کی نقصان رسانی سے بچنے کی ہدایات

گورنمنٹ برطانیہ نے مندرجہ ذیل ہدایات شائع کی ہیں۔ تاکہ ان پر عمل کرنے کی وجہ سے دشمن کسی قسم کا فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ یہ ہدایات ایسی ضروری ہیں۔ کہ ہر ایک بہی خواہ گورنمنٹ کو ان پر ضرور ہی عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ بعض اوقات لاعلمی کی وجہ سے انسان کوئی ایسی بات کر بیٹھتا ہے۔ کہ جسکے نقصان کا اگر اُسے علم ہو۔ تو کبھی نہ کرتا۔ اسلئے ہم اپنے احباب سے کہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے اپنے حلقۂ اثر میں ان ہدایات کی اشاعت اور ترویج کریں۔ ہدایات یہ ہیں:

۱۔ راز کی باتیں مت کرو۔ کہ دیوار گوش دارد۔

۲۔ یہ مت خیال کرو۔ کہ ہر شخص جو انگریزی بولتا ہے قابل اعتبار ہے اور ہر شخص جو تمہارے لباس میں ہے تمہارا دوست ہے۔

۳۔ جن لوگوں سے تم اتفاقیہ طور پر ملو۔ ان پر ہرگز راز نہ ظاہر کرو سفر میں اخفائے راز کی خاص کوشش کرو۔

۴۔ اجنبی پر ہرگز اعتبار نہ کرو۔ اگرچہ تمہارے پاس اس کے خطوط اور تحائف آ گئے ہوں۔ اور تمہارے ساتھ فیاضی سے پیش آتا ہو۔ اور اپنے راز و اسرار سے تم کو آگاہ رکھتا ہو۔

۵۔ نقشے۔ خاکے۔ احکام اور کسی قسم کی بحری و بری یادداشت اپنے پاس نہ رکھو۔ اور نہ ہی کسی کو دکھلاؤ۔

۶۔ کسی چھوٹے سے چھوٹے معاملہ کی رپورٹ کرنے میں بھی پس و پیش نہ کرو۔

۷۔ خطوط میں بری یا بحری معاملات سے تحریر نہ کرو کیونکہ ممکن ہے۔ کہ اس سے غنیم کو کسی قسم کی مدد مل سکے۔

۸۔ یہ خیال نہ کرو۔ کہ پرائیویٹ ڈائریوں سے افشائے راز ہوگا۔ بعض اوقات کھوئی جاتی ہیں۔ یا چوری ہوجاتی ہیں۔

۹۔ ملفوفہ تحریر کا کوئی کاغذ ادھر اُدھر ضائع نہ ہونے دو۔ بلکہ ان کو جلا دو۔ ممکن ہے۔ کہ دشمن کے ہاتھ لگ جائے اور اس سے کوئی اطلاع حاصل ہوجائے۔

۱۰۔ کبھی اس بات کو نہ بھولو۔ کہ بعض وقت تمہارا ایک نقطہ یا کاغذ کا ایک ٹکڑا تمہارے دوستوں کی ہلاکت اور دشمن کی کامیابی کا باعث ہو سکتا ہے۔

شاہ بلغاریہ کو تخت سے اُتارنے کی کوشش

رومانیہ سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ جنرل پوسٹو چیف بلغاروی جنرل سٹاف کو بلغاریہ جرمن افسر کو دور کرنے اور شاہ کی بجائے ولیعہد سلطنت جو اس کو تخت نشین کرنے کی کوشش میں قتل کیا گیا ہے۔

برسٹل میں پلیگ کی روک تھام

طبی افسر برسٹل نے رپورٹ کی ہے۔ کہ فیکٹری پارچات کے تمام مستغفرے جہاں کہ حال ہی میں بیوبونک (گولی والی پلیگ) کی وارداتیں ہوئی تھیں۔ جلا دئے گئے ہیں۔ دیگر کسی مقام پر بھی کوئی بیمار چوہا نہیں ملا۔ اور ۱۰ ماہ گذشتہ کے بعد کوئی پلیگ کی واردات نہیں ہوئی۔ مریض صحتیاب ہوچکے ہیں کسی قسم کے پارچات کو بھی جن میں سے مریض چھپے لے تھے۔ ملک کے اندر نہیں بھیجا گیا۔ انہیں سے اکثر پارچات دیگر مقامات سے جہاں کہ احتیاطاً اطلاعات بھیجی جا چکی تھیں لئے ہوئے تھے۔

بہار میں سیلاب عظیم

بہار میں اب کے جو سیلاب آیا ہے اُسکی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اضلاع چمپارن۔ مظفرپور اور دربھنگہ کے سیلاب بہت بھاری تھے۔ بنگال اینڈ نارتھ ویسٹرن ریلوے کئی مقامات پر ٹوٹ گئی ہے۔ دربھنگہ نے سخت نقصان اُٹھایا ہے کیونکہ نیپال کا کل پانی اسی کی طرف بہ کر آتا ہے۔ یہاں جانوں کے نقصان کے علاوہ فصل کو بھی نقصان پہونچا ہے۔

حیرت انگیز ایجاد

جرمن کے جدید تیار شدہ جہاز ڈوشن لینڈ نے ہیلی گولینڈ سے بالٹی مور تک جہاز رانی کی مسافت اس خوبی اور عمدگی کے ساتھ طے کی ہے۔ کہ ماہرین فن کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اس خطرناک وقت میں اتنا دور دراز آزادانہ سفر کرنا قابل تعجب ہے۔ اسکی جدید ایجاد جس کے ذریعہ پانی کے اندر ہی اندر جرمن تمام رسد رسانی کا مکمل انتظام کر سکتے ہیں۔ بحری جنگ کے لئے شدید ترین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دار الامان - ۱۶ ستمبر ۱۹۱۶ء

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح کے چند الزامات کی تردید

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کے قلم مبارک سے
(۱۰ - ستمبر ۱۶ء)

آج مغرب کے قریب مجھے ایڈیٹر الفضل نے پیغام کا ایک تازہ پرچہ جس پر ایک دو جگہ نشان لگا ہوا تھا بھیجا۔ یہ تو مجھے معلوم تھا کہ غیر مبایعین ہم پر طرح طرح کے الزامات لگانے کے عادی ہیں لیکن اس پرچہ کو پڑھ کر تو بہت ہی حیرت ہوئی ایک شخص مصطفےٰ خان نامی نے اسقدر گالیوں اور بدزبانی سے کام لیا ہے کہ میں حیران ہوں کہ کیا شرافت اس شخص کے پاس بھی نہیں پھٹکی۔ وہ مجھے جانور قرار دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ اسے کسی چڑیا گھر میں یا عجائب خانہ میں رکھنا چاہیئے۔ پھر میری کتاب حقیقۃ النبوۃ کے زمانہ تصنیف کی طرف اشارہ کر کے لکھتا ہے کہ تعجیل کار شیاطین بود اور اس طرح مجھے شیطان بتاتا ہے۔ اسی طرح کے اور بہت سے حملے اس نے کئے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ یہ لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے۔ کہ آخر میں ایک جماعت کا امام ہوں اور وہ مجھے خلیفہ یقین کرتی ہے۔ کیا اسی قسم کے لفظ اگر شیعہ حضرت ابوبکرؓ کی نسبت استعمال کریں تو وہ اسے جائز رکھینگے۔ اور اس پر اظہار ناراضگی نہ کرینگے اگر کہیں کہ وہ خلیفہ برحق تھے۔ تو میں کہتا ہوں کہ شیعوں کے نزدیک تو خلیفہ برحق نہیں۔ اگر ان لوگوں کے لئے جو کسی خلیفہ کو خلیفہ نہ سمجھیں۔ اسے گالیاں دینا جائز ہوتا ہے، تو پھر کیوں شیعوں کا حضرت ابوبکرؓ کو گالیاں دینا جائز نہیں۔ تمہارے جی میں جو حملے آئیں کرو لیکن گالیوں سے تو بچو۔ کہ یہ تمہارے اخلاق کو بگاڑ دیگی اور تم عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ مولوی محمد علی صاحب تو خلیفہ نہیں نہ کسی جماعت کے امام۔ ایک انجمن کے پریزیڈنٹ ہیں۔ جنکو امیر کا نام دیدیا گیا ہے لیکن کیا تم پسند کرو گے۔ کہ چڑیا گھر والے فقرہ کے جواب میں میری جماعت کے لوگ بھی چڑیا گھر کے کسی جانور کے نام سے انکو پکارا کریں۔ مثلاً خنزیر ان کا نام رکھدیں یا کتا یا گدھا یا اور کسی ایسے ہی نام سے انکو یاد کیا کریں یا خواجہ کمال الدین صاحب کو کہ جنھوں نے ام الالسنہ نامی کتاب کی تیاری کے متعلق فخر کیا ہے، کہ صرف تین ہفتہ میں تیار ہو گئی۔ انکی نسبت پسند کرتے ہو کہ تعجیل کار شیاطین بود کے مقولہ کے ماتحت شیطان کا لفظ استعمال کیا کریں۔ اگر نہیں تو ایک لاکھوں آدمیوں کی جماعت کے دل اسطرح نہ دکھاؤ۔ کہ یہ بات دین و دنیا دونوں میں تمہاری بربادی کا باعث ہو گی۔ اور ان الفاظ کے لکھنے والے کو میں صرف اسقدر کہتا ہوں کہ ایسے گھر بھی ہیں۔ جہاں جانوروں کی طرح انسان بند رکھے جاتے ہیں توبہ کر کہ خدا کا غضب تجھے ان گھروں میں داخل نہ کرے۔ وہ گھر پاگل خانہ اور جیلخانہ ہیں۔ اپنے ہاتھوں اپنا ٹھکانا وہاں مت بنا کہ تیری شوخی کا جواب میرے خدا کے پاس موجود ہے۔

اب میں ان الزامات کی نسبت کچھ لکھنا چاہتا ہوں جو اس پرچہ میں مجھ پر لگائے گئے ہیں۔ کیونکہ انہیں سے بعض مالی خیانت کے متعلق ہیں۔ اور میں انکا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ وہ میری ذاتی خوبیوں یا کمزوریوں کے متعلق نہیں۔ بلکہ ایسے الزامات ہیں جنمیں جماعت کے اموال کی خیانت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ گو حسب عادت اس حملہ میں بھی مضمون نگار نے اپنا پہلو بچانے کے لئے صریح الفاظ میں حملہ نہیں کیا۔ بلکہ ایک تو اسے افواہ کا نام دیا ہے، دوسرے خیانت کا لفظ لکھنے سے پہلو تہی کی ہے لیکن کسی کے مال کی نسبت اخبار میں یہ سوال کرنا کہ وہ کہاں سے آیا ہے صاف دلالت کرتا ہے کہ لکھنے والا اسے جائز ذریعہ سے آیا ہوا قرار نہیں دیتا۔

چونکہ میں ان الزامات کے جواب خدا کے فضل اور رحم سے دینے لگا ہوں اس لئے اس موقعہ پر میں یہ بھی پسند کرتا ہوں کہ اسی اخبار میں جو ایک اور حملہ مجھ پر کیا گیا ہے اس کا جواب بھی دے دوں۔ اور وہ

حلفیہ مباہلہ سے فرار کے متعلق ہے۔ میں نے اپنے بعض خطبات میں مباہلہ کے لئے آمادگی ظاہر کی ہے۔ اور اب بھی اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنے عقائد کے متعلق مباہلہ کے لئے ہر وقت تیار ہوں لیکن جیسا کہ میں بتا چکا ہوں یہ مباہلہ صرف ایسے ہی آدمی سے ہو سکتا ہے جو میری طرح کسی جماعت کا امام ہو یا امام تو نہ ہو لیکن کوئی جماعت اسے اپنا قائم مقام مقرر کر دے یا وہ اسقدر وجاہت رکھتا ہو کہ میرے نزدیک اسکے ساتھ مباہلہ کا اثر کسی جماعت پر پڑیگا اسکے سوا میں مباہلہ نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم نے رسول کریم ؐ کو ایک جماعت کے مقابلہ میں مباہلہ کرنیکے لئے فرمایا ہے۔ کہیں نہیں آیا کہ ہر ایک فرد جو اٹھ کر کہے کہ مباہلہ کر لو اس سے مباہلہ کیا جائے۔ پس قرآن کریم کی آیت سے بھی یہی استدلال ہوتا ہے کہ مباہلہ یا تو ایک جماعت کے ساتھ ہونا چاہیئے یا کسی ایسے شخص سے جو ایک جماعت کا قائم مقام ہو جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غرض کے لئے پیش کرنا ظاہر کرتا ہے۔ پس محمد یٰسین داتوی کو میرے مقابلہ کے لئے پیش کرنا عبث ہے۔ اس نے اگر مباہلہ کرنا ہے تو میری جماعت کے کئی لوگ اس سے مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہیں وہ ان سے مباہلہ کر لے۔ چنانچہ میاں بدر بخش صاحب نے تو اسے چیلنج بھی دیا تھا۔ لیکن اسوقت تک اُسنے ان سے مباہلہ نہیں کیا۔ اگر کہو کہ بدر بخش کے مباہلہ کا جماعت پر کیا اثر ہو گا تو میں کہتا ہوں کہ محمد یٰسین کے مباہلہ کا جماعت پر کیا اثر ہو گا۔ پس جبکہ تمہاری طرف سے ایسا شخص پیش ہے جسکے مباہلہ کا اثر تمہاری جماعت پر کچھ نہیں تو ہماری طرف سے بھی اگر کوئی ایسا ہی آدمی آگے آتا ہے تو تمہیں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب معہ ممبران اشاعت اسلام انجمن کے ایک دستخطی تحریر شائع کر دیں کہ محمد یٰسین ہماری طرف سے مباہلہ کرنے کا مجاز ہے۔ اگر مباہلہ کے نتیجہ میں یہ ہلاک ہو جائے۔ اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جائے تو ہم سب لوگ اسکو اپنی شکست خیال کرینگے۔ اور آئندہ توبہ کر کے تمہاری بیعت میں شامل ہو جائینگے۔ تو میں بھی اپنی جماعت کے کسی آدمی کی نسبت ایسی ہی تحریر شائع کر دونگا اور لکھ دونگا۔ کہ اگر اس شخص پر بعد مباہلہ عذاب الٰہی نازل ہو اور یہ ہلاک ہو جائے۔ تو میں خلافت سے علیحدہ ہو جاؤنگا اور اپنے عقائد سے توبہ کر لونگا۔ اور میں نے جو مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ دوسرے ممبران انجمن کی شمولیت کی شرط لگائی ہے تو صرف اس لئے کہ انکی جماعت انہیں واجب الاطاعت امام نہیں مانتی۔ بلکہ انجمن کو اصل حاکم مانتی ہے۔ میری جماعت مجھے واجب الاطاعت امام مانتی ہے۔ اور اگر تم لوگ اس بات کے لئے آمادہ نہیں تو پھر مولوی محمد علی صاحب کو میرے مقابلہ میں لاؤ۔ میں ان سے مباہلہ کرنیکے لئے تیار ہوں اور اگر کہو کہ وہ تو دو مسلمانوں میں مباہلہ کو جائز نہیں سمجھتے تو میں کہتا ہوں کہ میں نے بھی تو ان سے مباہلہ کرنیکی رضامندی اسی خیال کے ماتحت ظاہر کی تھی کہ وہ ہم کو کافر کہکر خود کافر ہو گئے ہیں کیونکہ میں نے جہانتک انکی تحریرات کو سمجھا ہے میں اُنسے یہی مطلب سمجھا ہوں کہ وہ ہمیں کافر سمجھتے ہیں کیونکہ انکے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب منکر کافر نہیں مگر میرے نزدیک سب کافر ہیں۔ اور وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث کے رو سے مسلم کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ پس جبکہ میں انکے مسلمہ مسلمانوں کو کافر سمجھتا ہوں تو ان کے نزدیک کافر ہوں اور اس صورت میں انکو مجھ سے مباہلہ کرنے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اور اگر کہو کہ نہیں باوجود ہمارے غیر احمدیوں کو کافر کہنے کے پھر بھی کسی نہ کسی طریق سے وہ تم کو مسلمان ہی خیال کرتے ہیں تو میرا یہ جواب ہے کہ تب پھر میرا مباہلہ کا چیلنج بھی نہیں۔ کیونکہ وہ تو اسی خیال پر ہے کہ وہ مجھے کافر خیال کرتے ہیں۔

شاید اسجگہ کسیکو خیال گذرے کہ مولوی محمد علی صاحب اگر کافر نہیں کہتے اور ان سے مباہلہ نہیں ہو سکتا تو کیوں محمد یٰسین سے مباہلہ نہیں کر لیا جاتا۔ اس کا ایک جواب تو میں پہلے دے آیا ہوں دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ احمدیوں میں سے کئی ایسے بھی ہیں جو مولوی محمد علی صاحب کو کافر یقین کرتے ہیں تو کیا مولوی محمد علی صاحب ان سے مباہلہ کرینگے اگر وہ ایسے لوگوں سے مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہیں تو میں ایسے اشخاص مباہلہ کے لئے پیش کر سکتا ہوں۔ جب وہ ان لوگوں سے جو انکو کافر سمجھتے ہیں مباہلہ کرنیکے لئے تیار ہونگے تو میں بھی محمد یٰسین سے مباہلہ کرنیکے لئے آمادہ ہو جاؤنگا۔ کیونکہ اس دو طرفہ مباہلہ میں وہ بات بھی حل ہو جائیگی کہ ایسے اشخاص میں مباہلہ ہو جن کا اثر کسی جماعت پر پڑتا ہو۔ شاید مولوی صاحب اسجگہ پر یہ سوال اٹھائیں کہ گو بعض لوگ مجھے

کافر کہیں لیکن میں تو ان کو کافر نہیں کہتا میں وسعت حوصلہ سے کام لیتا ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو مولوی صاحب یہ کہہ نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ بارہا اعلان کر چکے ہیں کہ حدیث کے رو سے صرف وہ اہل قبلہ کافر ہو سکتے ہیں جو دوسرے کو کافر کہیں۔ پس اس عقیدہ کے رکھتے ہوئے اگر مولوی صاحب اپنے آپکو مسلمان سمجھتے ہیں تو ان لوگوں کو انہیں کافر سمجھنا پڑیگا۔ اور اگر وہ اپنے آپکو مسلمان نہیں سمجھتے۔ تو یہ اور بات ہے۔ ہر شخص اپنے عقائد کا ذمہ دار ہے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ دوسرے محمد یامین کی نسبت میرا بھی یہی دعویٰ ہے کہ میں اسے کافر نہیں سمجھتا۔ اور میرے پاس اسکی دلیل بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ میں اسے ایک قسم کا مجنون سمجھتا ہوں۔ اور ایک قسم سے میری یہ مراد ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے نہیں کہ جو بالکل پاگل ہو جاتے ہیں لیکن اسے مینیا ہے جیسا کہ اسکے اہل وطن بھی شہادت دیتے ہیں چنانچہ سید سرور شاہ صاحب واقوی جو غیر مبایعین میں سے ہیں انھوں نے اپنے ایک خط میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے ؎

غرض مباہلہ کے متعلق جو پہلو بھی لو ہمارا پہلو بھاری رہتا ہے۔ اور ہم مباہلہ سے ہرگز انکاری نہیں بلکہ اس کیلئے ہر وقت تیار ہیں اگر مولوی محمد علی صاحب مباہلہ سے ڈرتے ہیں اور یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ باوجود ان کے مسلمان بھائیوں کو کافر کہنے کے میں پھر بھی مسلمان کا مسلمان ہی ہوں اسلئے وہ مجھ سے مباہلہ نہیں کر سکتے تو خواجہ کمال الدین صاحب نے صریح طور پر ہم پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ اور اپنے متعدد لیکچروں میں ہم سے اصولی اختلاف ہونے کا اعلان کیا ہے انکو میرے مقابلہ میں لے آویں۔ اور مباہلہ کے لئے تیار کریں میں ان سے مباہلہ کرنے کے لئے بھی تیار ہوں کیونکہ انکی نسبت بھی میں جانتا ہوں کہ ایک جماعت میں ان کو رسوخ حاصل ہے۔ پس انکے مباہلہ کا اثر ایک جماعت پر پڑ سکتا ہے۔ اب ان تمام باتوں کے بعد آپ لوگ مولوی محمد علی کیطرح یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم بددعا کیوں کریں۔ اگر ہماری دعائیں خدا تعالیٰ کے حضور اتنی ہی قبول ہیں تو دعا ہی کیوں نہ کریں کہ آپکو ہدایت ہو کیونکہ اس قول سے آپ میری بات پر اعتراض نہیں کرینگے بلکہ قرآن کریم پر اعتراض کرینگے کیونکہ مباہلہ اگر ایسا ہی فضول ہے تو قرآن کریم نے رسول کریم کو اسکی تلقین کیوں کی کیا نعوذ باللہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعائیں قبول نہیں ہوتی تھیں کہ مخالفوں کی تباہی کے لئے مباہلہ کا حکم دیا۔ پس جبکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جیسا انسان جسکی دعائیں خاص طور پر قبول ہوتی تھیں کسی ضرورت کے لئے بجائے اپنے مخالفوں کی ہدایت کی دعائیں کرنے کے ان سے مباہلہ کرنے پر مجبور ہوا تھا تو آپ لوگوں کی دعائیں اس برگزیدہ خدا سے زیادہ قبولیت کا درجہ نہیں رکھتیں کہ اب آپ مباہلہ کے ہتھیار سے مستغنی ہو گئے ہیں۔ اور بجائے اسکے کہ اپنے مخالف سے مباہلہ کر کے فیصلہ کریں آپ کر سکتے ہیں کہ دعا کریں کہ اسے راہ ہدایت پر لے آئیں (یہ پہلو جو میں نے بیان کیا ہے مولوی صاحب کی تحریر کا ایک پہلو ہے کیونکہ انکی تحریر کے دوسرے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مباہلہ ہم کیوں کریں۔ اگر ہماری دعائیں ایسی ہی قبول ہوتی ہیں تو کیوں نہ تمہارے لئے دعا کریں کہ تم کو ہدایت ہو یعنی ہماری دعائیں تو قبول ہی نہیں ہوتیں تو ہمیں مباہلہ کرنے کی کسطرح جرات ہو۔ اگر دعائیں قبول ہوتیں تو بجائے مباہلہ کے تمہارے لئے دعا کرتے)

میں آخر میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں اگر کوئی ایسا شخص جو کسی جماعت کا لیڈر نہ ہو یا جو کسی جماعت میں مسلم اثر نہ رکھتا ہو تو وہ اسطرح کر سکتا ہے کہ اپنی طرف سے اعلان مباہلہ کر دے جیسا کہ حضرت صاحب نے اپنے مخالفوں کو اجازت دی تھی کہ اگر وہ چاہیں تو اپنی طرف سے اعلان مباہلہ کر دیں۔ اور میں اللہ تعالے کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ ایسا شخص بھی اگر توبہ نہ کریگا۔ تو عذاب الٰہی سے محفوظ نہیں رہیگا۔ لیکن دو طرفہ مباہلہ میں بھی کر سکتا ہوں جبکہ میرے مقابلہ میں کوئی ایسا شخص ہو جو یا تو کسی جماعت کا لیڈر ہو یا مثل لیڈر کے ہو۔ ان واضح اور آسان طریقوں کے معلوم کرنے کے بعد بھی اگر آپ لوگ مقابلہ سے جی چرائیں تو ہماری طرف سے آپ پر حجت ہو چکی ہے پھر آپکا معاملہ خدا سے ہوگا۔ اور راستی پسند طبائع خود فیصلہ کر لینگی کہ کون حق پر ہے۔ اور کون فریب کے ساتھ اپنی جان بچانا چاہتا ہے ؎

مباہلہ کے متعلق جو اعتراض مجھ پر کیا گیا ہے اس کا جواب دینے کے بعد میں الزامات کے جواب دینے کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جنکو پیغام صلح نے سوالات کے رنگ میں شائع کیا ہے۔ اول یہ الزام ہے کہ باوجود انجمن کی مالی حالت کے کمزور ہونیکے اور تخفیف کے سوال کے در پیش ہونے کے کیا میں نے عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کو ایک سو روپیہ ماہوار پر ہائی سکول کا پرنسپل مقرر کیا ہے۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ اسمیں کوئی شک نہیں کہ کام کی زیادتی کی وجہ سے اسوقت انجمن کے سامنے مالی مشکلات ہیں اور اسکے متعلق حضرت مسیح موعود کے مخلصین سے چندوں کی تحریکیں بھی کیجاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اسوقت ہندوستان اور باہر کے بلاد میں تبلیغ اسلام و سلسلہ احمدیہ زور شور سے جاری ہے اور اس کا لازمی نتیجہ اخراجات کی زیادتی ہے جسکے لئے جماعت کو واقف رکھنے کے لئے اور انہیں ان ضروریات کے پورا کرنیکی طرف توجہ دلانیکے لئے وقتاً فوقتاً تحریکوں کا کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔ اور اسپر بھی ہمیشہ غور ہوتا رہتا ہے کہ ایسی مدات خرچ جنکو بند کرنیسے خلل نقصان نہیں ہوتا انکو بند کر دیا جاوے۔ لیکن پھر بھی یہ بات

نہیں کی اسوقت ان دنوں سخت زیادہ مالی مشکلات میں ہیں اسوقت بھی
جبکہ مولوی محمد علی صاحب نے اس کام کو ترک کر کے لاہور کی اقامت
اختیار کرلی تھی۔اسوقت بھی مالی حالت ویسی ہی ہو بلکہ اس سے عمدہ ہے
جیسی کہ اسوقت تھی لیکن چونکہ اخراجات تبلیغ زیادہ ہوگئے ہیں۔
اسلئے تنگی معلوم ہوتی ہے اور وہ تنگی بھی کوئی تنگی نہیں کیونکہ خدا تعالےٰ
نے ہمیں ایک ایسی مخلص جماعت عطا فرمائی ہے جو دین کے لئے اپنے
اموال کو پانی کیطرح بہا دینے میں دریغ نہیں رکھتی اور مجھے خدا تعالےٰ سے
امید یقین ہے کہ یہ تنگی کی حالت بہت جلد جاتی رہیگی۔باقی رہا یہ سوال کہ
ایسے وقت میں عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب کو کیوں سو روپیہ ماہوار
پر سکول کا پرنسپل مقرر کیا گیا ہے حالانکہ اس عہدہ کی کوئی بھی ضرورت
تھی سو اسکا جواب یہ ہے کہ عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب کو ہرگز ہائی
سکول کا پرنسپل نہیں مقرر کیا گیا بلکہ بات یہ ہے کہ ہیڈ ماسٹر نے یہ تجویز
میرے سامنے پیش کی تھی کہ پرنسپل کی ایک اسامی سکولوں میں ہوتی
ہے اور اسکی ایڈ بھی ملتی ہے۔یہاں بشیر احمد صاحب کو اگر اسپر مقرر
کردیا جاوے تو امید ہے کہ سکول کو بہت فائدہ ہوگا اور انتظام میں بھی تقویت
ہو جائیگی لیکن میں نے انکی اس تجویز کو منظور نہیں کیا۔اور یہی جواب دیا کہ
اسوقت کہ خرچ کی آگے ہی زیادتی ہو رہی ہے۔ایک ایسے خرچ کو
بڑھانا جو خواہ مفید ہی ہو لیکن ضروری نہیں میں پسند نہیں کرتا۔
اسکے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے یہ تجویز کی کہ چونکہ میری صحت خراب رہتی
ہے اسلئے میاں بشیر احمد صاحب کو ہیڈ ماسٹر مقرر کر دیا جاوے اور مجھے
کسی اور کام پر لگا دیا جاوے یا در سہی ہی بحیثیت استاد کام لیا
جائے تا بوجہ کام کی کمی سے میری صحت میں ترقی ہو لیکن میں نے ان باتوں
بھی اس بناء پر انکار کر دیا کہ اگر انکو کام زیادہ ہے تو حسب قاعدہ
مدارس استاد پورے رکھیں۔اور ایسا نہ کرتے گھنٹے خالی رکھیں جنکو
سرکاری طور پر خالی رکھنے کا انکو حکم ہے۔(اسوقت وہ کمال دیانت داری
اور اخلاص کی وجہ سے اپنی جان پر ظلم کر کے اسقدر گھنٹے پڑھاتے
ہیں کہ انتظامی امور کا بار پڑ کر انکی صحت کو صدمہ پہنچ گیا ہے لیکن

میں پسند نہیں کرتا کہ ایک پرانے اور تجربہ کار رکن کو درجہ میں کم کر کے
اسکی جگہ اور شخص مقرر کر دیا جائے ہاں اگر استاد کی ضرورت ہے تو میاں
بشیر احمد کو سکول میں لگایا جائے لیکن انکے لئے کوئی نیا عہدہ نہ نکالا جائے
اور اسبات کو میں بار بار دہرایا کہ انکے لئے نیا عہدہ نہ نکالا جائے۔ہاں
اگر واقع میں ضرورت ہو تو میں پسند کرتا ہوں کہ بجائے باہر کسی مقام پر نوکری
کر سکے وہ یہیں رہیں۔اسپر ایک سے زائد دوستوں میں سے جنکے
زیر غور یہ معاملہ تھا مجھے اطلاع دی کہ سکول میں اسوقت استاد کی ضرورت
ہے اور اگر اجازت ہو تو انکو سکول میں لگایا جائے جسپر میں نے اجازت دی اور
سکول کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ گو اسوقت دوسری جگہ
میں تنگی ہے لیکن سکول میں نہیں ہے کیونکہ سکول میں ایک اسقدر طلباء
تعلیم پاتے ہیں کہ جنکی فیسوں اور سرکاری ایڈ سے جماعت کا چندہ
ملکر اسکے اخراجات کے لئے کافی ہوتا ہے بلکہ بعض وقت ضرورت سے
بڑھ جاتا ہے اور چونکہ اسمیں سرکاری مدد ملتی ہے اسلئے اسکے سٹاف
کو مضبوط رکھنا نہایت ضروری ہے۔اور پچھلے دنوں سکول سے تین
گریجوایٹ باہر چلے گئے ہیں قاضی عبداللہ صاحب بی اے بی ٹی۔
صوفی غلام محمد صاحب بی اے ٹرینڈ ماسٹر عبدالرحمن صاحب بی اے
ٹرینڈ پس ان تین استادوں کے جانیکے بعد سکول کے اسٹاف کو مضبوط
کرنا نہایت ضروری تھا پس اگر اس صورت میں بجائے کسی کے کوئی
استاد باہر سے منگوایا جاتا۔عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب کو ہی سکول میں
لگا لیا گیا تو اسمیں کونسی قباحت ہے۔اگر کوئی استاد باہر سے آتا تو کیا
اسکا بوجھ نہ ہوتا یا وہ مفت کام کرتا۔اور کھانے پینے سے بالکل مستغنی
ہوتا۔اگر اس شخص نے بھی باہر سے آکر تنخواہ لینی تھی تو کیوں میاں
بشیر احمد صاحب کو ہی جو سکول میں دو تین سال کچھ وقت کے لئے کام
کرتے تھے اس کام پر نہ لگایا جاتا۔ہیڈ ماسٹر سے دریافت کرو حضرت
مسیح موعود کی وفات کے بعد حضرت مولوی خلیفہ اول نے مسجد
مبارک کے پاس کے کمرہ میں جہاں اسوقت مولوی محمد علی صاحب رہتے
تھے اجلاس صدر انجمن کے دوران میں ذکر فرمایا تھا کہ حضرت

مسیح موعود کا ایک الہام ہے کہ آپ کے خاندان کو اڑھائی سو روپیہ ماہوار خرچ
کے لئے دیا جائیگا جسپر آپ کے فرمانے کے مطابق عمل ہوتا تھا۔عزیزم مرزا
بشیر احمد صاحب کو نوے روپے ملتے تھے۔اب اگر سو روپیہ ملیں تو تینتیس ۳۳ روپیہ
گورنمنٹ کی ایڈ ملیگی جس صورت میں انجمن کو صرف ساڑھے ستاسٹھ روپیہ دینے
پڑتے ہیں اگر اس پہلی رقم کو مدنظر رکھا جائے جو الہام کے ماتحت انکو ملتی
تھی تو صرف سات روپیہ زیادہ ہر مہینہ میں انجمن کو دینے پڑتے ہیں کیونکہ
ساٹھ روپے اس الہام کے ماتحت دئے جاتے تھے تو اب انجمن کے خزانہ سے صرف
سات روپے زیادہ دینے پڑے پس اس سات روپیہ کی زیادتی انجمن کے
سر پر کسقدر بوجھ پڑ جاتا ہے جسکے لئے تم کو اسقدر شور کرنیکی ضرورت
پیش آئی۔اور کیا تم خیال کرتے ہو کہ اگر عزیزم میاں بشیر احمد صاحب
کہیں باہر جا کر ملازمت کرتے تو انکو اسقدر تنخواہ کی ملازمت نہ
مل سکتی تھی۔ہمارا خاندان خدا تعالےٰ کے فضل سے دنیاوی طور پر بھی معزز
ہے اور گورنمنٹ کی خدمات نیک کرتا رہا ہے جسکے صلہ میں ہمارے خاندان
کے آدمیوں کو اللہ تعالےٰ کے فضل کے ماتحت ملازمتیں مل سکتی ہیں ابھی دو سال
ہوئے ہیں کہ مرزا عزیز احمد صاحب ایم اے کو ای اے سی کے لئے
نامزد کیا گیا تھا لیکن بوجہ بعض عذرات کے وہ اسوقت امتحان میں
شامل نہ ہوسکے تو چونکہ انکی عمر زیادہ ہوگئی تھی وہاں تو انکو لیا گیا
لیکن تحصیلداری نامزد کیا گیا کہ جس عہدہ کی تنخواہ بھی معقول ہے پس
عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب کو اگر سکول میں سو روپیہ ماہوار پر لگایا
گیا تو یہ زیادہ تنخواہ نہیں وہ باہر اچھی ملازمت کر سکتے تھے وہ ایم اے
پاس ہیں اور ذہین ہوشیار ہیں جوڈیشل سروس کے علاوہ کالج کی پروفیسری
بھی کر سکتے ہیں۔اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مولوی محمد علی صاحب
ایم اے بھی اسوقت جبکہ انجمن کی حالت موجودہ حالت سے بہت کمزور
تھی ریویو کی ایڈیٹری کیلئے سو روپیہ ماہوار پر ہی قادیان آئے تھے
گو ایک مدت تک انکے حسابات میں ستر روپیہ ماہوار تنخواہ دکھائی
جاتی رہی ہے۔غرض یہ الزام جو پیغام صلح نے لگایا ہے اس کا ایک
حصہ تو جھوٹ ہے۔اور دوسرا حصہ کوئی الزام نہیں۔اگر عزیزم

مرزا بشیر احمد اسجگہ کام کرنا منظور کریں تو اسمیں انجمن کا نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہے اور بہت کم خرچ پر اسکو ایک نہایت لائق استاد ملجاتا ہے۔اور یہاں کی رہائش کو منظور کرنا انکی قربانی ہے۔کیونکہ اللہ تعالےٰ
کے فضل سے وہ اپنی لیاقت اور خاندانی خدمات کی وجہ سے عمدہ سے عمدہ ملازمت حاصل کرسکتے ہیں جہاں انکو ہزار بارہ سو روپیہ ماہوار تک ترقی کرنیکی امید ہوسکتی ہے۔اور انکے سکول میں تقرر پر اعتراض کرنیکا باعث سوائے کینہ کے اور کچھ
نہیں ہوسکتا۔اگر وہ سکول میں نہ لگائے جاتے تو کوئی اور لگایا جاتا۔بہر حال تخفیف خرچ کے یہ معنی تو ہو نہیں سکتے کہ سکول کے استاد بھی موقوف کر دیئے جائیں یا حسب ضرورت سٹاف نہ رکھا جائے۔اگر ایسا کیا جائے تو سکول بدنام ہو جائے اور تمام طلباء اپنے گھروں کو چلے جائیں

دوسرا الزام یہ ہے۔ کہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے امرتسر اور اجنالہ کے درمیان موٹر ایجنسی قائم کی ہے سو یہ الزام مجھ پر نہیں۔ خلیفہ صاحب پر ہے۔ میں اسکی نسبت صرف اسقدر کہہ سکتا ہوں۔ کہ یہ بات مینے اب پیغام میں دیکھی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اگر قادیان میں ہوتے تو اسکا جواب وہ خود دیتے۔ وہ اسوقت ڈلہوزی ایک ضروری کام پر گئے ہوئے ہیں۔ وہاں سے واپسی پر وہ خود جواب دیں گے۔ میں اسوقت بحکم آیت ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا اور لولا اذ سمعتموہ ۰

صرف اسقدر کہہ سکتا ہوں۔ کہ اصل جواب تو وہ خود دیں گے۔ مگر میں اس الزام کو سراسر جھوٹ اور افترا یقین کرتا ہوں۔ اور زیادہ سے زیادہ اگر حسن ظنی سے کام لوں۔ تو کہہ سکتا ہوں۔ کہ شاید کوئی اور رشید الدین ہو جس نے وہ ایجنسی قائم کی ہو۔ اور تم نے اس سے خلیفہ صاحب کو سمجھ لیا ہو۔ لیکن زیادہ قرین قیاس تو یہی ہے۔ کہ یہ بات تم نے اپنی طرف سے افترا کر کے اڑائی ہے ٭

تیسرا الزام مجھ پر یہ لگایا گیا ہے۔ کہ کیا میں نے اٹھارہ ہزار روپیہ کی کوئی زمین خریدی ہے۔ اور اگر کوئی ایسی زمین خریدی ہے۔ تو وہ روپیہ کہاں سے آیا۔ امر اول کا جواب یہ ہے۔ کہ بے شک میں نے اپنے خاندان کے چند افراد سمیت اٹھارہ ہزار کی زمین خریدی ہے۔ لیکن غیر مبائعین کا اسپر خوش ہونا اور یہ خیال کرنا کہ ہمیں اعتراض کا ایک موقع مل گیا۔ درست نہیں بلکہ باوجود اس واقعہ کے پھر بھی ان کو اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ گو یہ زمین اٹھارہ ہزار روپیہ کو خریدی گئی ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ ایک لحاظ سے یہ زمین مفت ہی آئی ہے

اصل بات یہ ہے۔ کہ مرزا محمد اکرم بیگ صاحب نے اپنی مملوکہ اراضی واقعہ قادیان میں سے پچھلے سال ۷۵ گھماؤں اراضی ایک سکھ رئیس کے پاس فروخت کی تھی چونکہ قادیان اسوقت تک سب ملکیت اراضی یا ہمارے خاندان کے پاس ہے یا مرزا اکرم بیگ صاحب کے پاس۔ کہ ان کا بھی ہمارے خاندان کی ایک شاخ سے رشتہ داری کا تعلق ہے۔ ایک غیر مذہب کے شخص کے پاس زمین کا فروخت ہو جانا ہماری جماعت کے لئے بہت سی تکالیف کا باعث تھا۔ چنانچہ اسی دن سے کہ یہ زمین فروخت ہوئی۔ قادیان کے سکھوں اور ہندوؤں میں ایک جوش پیدا ہو گیا تھا۔ اور ان میں سے بعض بلا وجہ ہماری جماعت کو تکلیف دینے لگ گئے تھے۔ اور موقعہ تلاش کر کر کے فساد کھڑا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کو یہ دلیری ہو گئی تھی کہ اب ہم بطور رعایا کے نہیں۔ بلکہ قادیان کی ملکیت میں ہمارا بھی حصہ ہے۔ اور اب یہاں ایک ہندو مالک بھی ہے۔ اس سے پہلے ان لوگوں کو فساد سے روکنے کا ایک باعث یہ بھی تھا۔ کہ ہندوؤں کا قادیان کی زمینوں پر مالکانہ قبضہ نہ تھا۔ اور وہ بطور مزارعہ یا موروثی زمینوں پر قابض تھے۔ چنانچہ جب کبھی حضرت مسیح موعود کے وقت ان لوگوں نے فساد کیا بھی تو حکام نے اس امر کی بنا پر انکو بہت کچھ ملزم کیا اور وہ ہمیشہ شرمندہ ہوتے رہے لیکن اب صورت معاملہ کے بدل جانے کی وجہ سے بعض لوگوں کو فساد کا موقعہ ملگیا تھا جسوقت یہ زمین فروخت ہوئی ہے اسی وقت خداتعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالدی تھی۔ کہ اس قسم کا خطرہ پیدا ہونا اس فروخت سے ممکن ہے اسی طرح جماعت کی ضروریات کیلئے زمینوں کے ملنے میں بھی یہ سودا بعض وجوہات سے روک ثابت ہونیوالا تھا پس سب باتوں پر غور کر کے مینے جماعت کے بعض دوستوں سے تحریک کی۔ کہ چونکہ ہمیں حق شفع حاصل ہے۔ ہم اس زمین کو خرید لیتے ہیں پھر دوست ہم سے آگے خرید لیں۔ ایک حصہ ہم لے لیں گے تاکہ حق شفع بھی قائم رہے۔ اور زیادہ حصہ مختلف دوست اصل قیمت پر ہم سے خرید لیں لیکن شرط یہ ہوگی۔ کہ روپیہ پیشگی دیں۔ کیونکہ ہمارے پاس روپیہ نہیں۔ کہ پہلے اسے چھڑوائیں۔ اور پھر فروخت کریں۔ اسپر بعض دوستوں نے روپیہ جمع بھی کر دیا۔ اور قریباً اڑھائی ہزار روپیہ جمع ہوا لیکن چونکہ یہ زمین مکانات کے تو قابل نہ تھی۔ صرف زراعت کے کام آسکتی تھی۔ اور تھوڑی تھوڑی زمین پر زراعت کرنے والوں کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے اسطرف بہت کم لوگوں کی توجہ ہوئی۔ اُسے بھی لوگوں نے اپنی ضروریات کے لئے واپس لینا شروع کر دیا۔ اور کل چار سو روپیہ باقی رہگیا۔ ادھر تو زمینداری کے لئے زمین خریدنے کے لئے لوگ تیار نہ تھے۔ یا کم سے کم مجھ سے کسی نے درخواست نہیں کی۔ بلکہ پہلا جمع شدہ روپیہ بھی واپس لے رہے تھے۔ ادھر قادیان کے امن کا یہ حال تھا۔ کہ بعض لوگ پے در پے

شرارت کرتے اور فتنہ کھڑا کر رہے تھے - اور اس میں اس زمین کی فروخت بھی ایک وجہ تھی۔ اسلئے مجھے بہت فکر ہوئی - کہ جسطرح ہو سکے یہ زمین واپس لی جائے۔ اور میں نے یہ تجویز کی - کہ اگر اسکے لئے یوں روپیہ جمع نہیں ہو سکتا۔ تو ہم اپنی پہلی اراضی کا ایک حصہ یا کل جیسی ضرورت ہو - گروی رکھ کر روپیہ حاصل کریں - اور اس زمین کو چھڑوا لیں - چنانچہ اسی امید پر شیخ مختار احمد صاحب بیرسٹرایٹ لاء گورداسپور کو جو باوجود غیر احمدی ہونے کے مجھ سے اسقدر اخلاص اور شرافت رکھتے ہیں - کہ تم غیر مبائعین سے انکو نسبت دینا بھی ان کی ہتک سمجھتا ہوں۔ میں نے کہلا بھیجا - کہ وہ اس سکھ سردار سے اس زمین کے متعلق سودا کریں اور کوشش کریں - کہ رقم تحریر شدہ سے وہ کچھ کم کر دیں۔ کیونکہ جیسا کہ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا تھا - زمین کی اصل قیمت پندرہ ہزار تھی - لیکن حق شفعہ کے خوف سے اسکی قیمت پونے اُنیس ہزار لکھوائی گئی تھی - اس گفتگو سے صرف اس قدر کامیابی ہوئی - کہ خریدار زمین نے ساڑھے سات سو روپیہ کم کر کے اٹھارہ ہزار روپیہ پر زمین بلا مقدمہ واپس کر دینے کا وعدہ کیا - اب میعاد شفعہ میں وقت تھوڑا رہ گیا تھا - اور روپیہ کا اب تک کوئی انتظام نہ ہوا تھا اسلئے میں نے پھر شیخ مختار احمد صاحب بیرسٹرایٹ لاء کو کہلا بھیجا - کہ وہ بھی کوشش کریں کہ ہماری جدی زمینوں کا کوئی حصہ رہن ہو جائے - اور اسی روپیہ سے اس اراضی کی قیمت ادا کر دیجائے - لیکن ان کو بھی اس کوشش میں کامیابی نہ ہوئی اور انھوں نے مجھے کہلا بھیجا - کہ آپ کسی طرح چھ ہزار روپیہ کا بندوبست کر دیں - میں بقیہ بارہ ہزار کچھ عرصہ کے لئے آپ کو قرض دے دوں گا - چنانچہ اس تحریک پر میں نے پھر کوشش کی - اور ایک تو میں نے والدہ صاحبہ کو تحریک کی - کہ وہ اپنا زیور فروخت کر کے اس زمین کی خرید میں حصہ لیں - چنانچہ گو والدہ صاحبہ نے وہ زیور بہ نیت حج رکھا ہوا تھا - لیکن اس خیال سے کہ یہ ضرورت بھی ایک دینی ضرورت ہے - اور اس امید پر کہ بعد میں آہستہ آہستہ زمین فروخت کر کے پھر روپیہ واپس مل جائیگا - اس بات کو منظور فرما لیا - اور ساڑھے بائیس سو روپیہ ان سے ملا - اسی طرح اپنی دونوں بیویوں کو بھی میں نے تحریک کی - اور انھوں نے اپنے زیور فروخت کر کے اور کوئی اڑھائی سو روپیہ اپنے مہروں میں سے ڈالکر پندرہ سو روپیہ دیا - باقی ساڑھے بائیس سو روپیہ میں نے بعض ایسی امانتوں سے جنکے رکھنے والوں نے مجھے اجازت دی ہوئی ہے - کہ میں جہاں چاہوں ان کا روپیہ خرچ کر سکتا ہوں - اور وہ اپنی ضرورت کے وقت لے لینگے - دیا اور اسطرح چھ ہزار روپیہ پورا کر کے گورداسپور بھیجا گیا - زیور لاہور اور امرتسر میں فروخت ہوا - چاہو تو اُن دوکانوں کے پتہ اور ان آدمیوں کے نام بھی لکھے جا سکتے ہیں - کہ جہاں اور جنکی معرفت وہ زیور فروخت ہوا - زیور کے علاوہ جو ساڑھے بائیس سو روپیہ دیا گیا - وہ بھی ایک چک کے ذریعہ جو ڈاکٹر فضل کریم صاحب ممباسہ کا تھا - اور میرے پاس انھوں نے بطور امانت بھیجا تھا - اور اجازت دی تھی - کہ میں اسے ضرورت پر خرچ کر سکتا ہوں - لاہور سے ہی منگوایا گیا تھا - اسکی نسبت بھی لاہور سے ہی پتہ لیا جا سکتا ہے - بقیہ بارہ ہزار روپیہ کے متعلق شیخ مختار احمد صاحب بیرسٹر جو اسوقت اپنے بھائی شیخ محمد عمر صاحب کے ساتھ (جو امرتسر کے ایک مشہور وکیل ہیں) شملہ گئے ہوئے ہیں دریافت کیا جا سکتا ہے - کہ انھوں نے ایک ماہ کے وعدہ پر یہ روپیہ دیا ہے جس کی میعاد ستمبر کے آخیر میں ختم ہوتی ہے - اور اس عرصہ میں وعدہ کے مطابق رقم ادا کر دینے کا خدا تعالےٰ نے یہ بندوبست فرما دیا ہے - کہ جماعت کے چند مخلصین نے کچھ عرصہ کے لئے یہ رقم بطور قرض دینے کا وعدہ کیا ہے - چنانچہ میاں نبی بخش صاحب سوداگر پشمینہ نے جو حضرت مسیح موعود کے نہایت دیرینہ مخلصین میں سے ہیں - اس روپیہ میں سے جسقدر روپیہ کی ضرورت ہو - چند ماہ کے لئے ادا کر دینے کا وعدہ کیا ہے - اور ساڑھے تین ہزار روپیہ وہ بھیج بھی چکے ہیں - میاں محمد طفیل و میاں فضل حق صاحبان بٹالہ نے ایک ہزار روپیہ اس کام کے لئے دیا ہے اور شیخ رحمت اللہ صاحب سب ڈویژنل افسر پشاور نے دو ہزار روپیہ بھیجنے کے متعلق تحریر فرمایا ہے - اور ان میں سے سوائے ایک کے باقی وہ دوست ہیں - جنھوں نے بلا میری طرف سے اشارہ کے ابتداءً خود اس کام میں حصہ لینے کی خواہش ظاہر کی ہے - اور گو بعد میں ان سے میں نے خط و کتابت کی - لیکن ابتداء انھوں نے خود کی - اور اپنے اخلاص کا ثبوت دیا ہے - اس قرضہ کی ادائیگی کے لئے بھی میں ساتھ کے ساتھ کوشش کر رہا ہوں - اور ایک سکھ زمیندار نے وعدہ کیا ہے کہ وہ نو ہزار روپیہ تک کی زمین گرو رکھ لینگے اسیطرح بعض ہماری زمینیں جو ایسی جگہ پر واقع ہیں جہاں مکانات بن سکتے ہیں - انکو فروخت کر کے ہم چند ماہ کے اندر اندر یہ قرضہ خدا تعالےٰ کے فضل کے ماتحت اُتار سکتے ہیں - چنانچہ پچھلے سال بھی ان زمینوں میں سے ایک حصہ چھ ہزار چار سو روپیہ کو ترجمۃ القرآن

کی چھپوائی اور بعض اور دینی ضروریات کے لئے اور بعض اپنی ضروریات کے لئے ہم نے فروخت کیا ہے پس اب بھی کچھ حصہ فروخت کرکے اس قرضہ کو ہم اُتار سکتے ہیں ؛

اس سب بیان کو پڑھ کر آپ لوگوں کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس اٹھارہ ہزار کے سودے میں اگر نقد روپیہ کو مدنظر رکھیں تو ہمارا ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہوا۔ پس اسپر آپکا اُچھلنا کودنا بالکل درست نہیں شاید آپنے خیال کیا ہوگا۔ کہ اسطرح مولوی محمد علی صاحب سے پر اٹھارہ ہزار روپیہ کی خیانت کا الزام دور ہو جائیگا۔ جو اُن پر ترجمہ قرآن پر قبضہ کر لینے اور کتب انجمن پر تصرف کر لینے سے عاید ہوتا ہے لیکن یہ درست نہیں۔ کیونکہ ہمارا یہ سودا بالکل جائز ذرائع سے ہوا ہے اور اسمیں کسی کا ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔ خدا تعالےٰ نے خود اس جماعت کو بعض فتن سے بچانے کے لئے اپنے فضل سے اس سودے کا سامان کر دیا ؛

آخر میں اسقدر اور لکھدینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ میں ان لوگوں کو قابل خطاب نہیں سمجھتا لیکن چونکہ یہ زمانہ دنیا کو دین پر مقدم کرنیکا زمانہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود زمانہ کے اس میلان کو دیکھ کر بعیت میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا اقرار لیا کرتے تھے۔ اسلئے مینے ضروری سمجھا۔ کہ ان اعتراضات کا جو مالی معاملات کے متعلق ہیں جواب دیدوں۔ تاکہ کسی آدمی کو ٹھوکر نہ لگے۔ اور وہ بدظنی سے اپنے آپکو ہلاکت کے گڑھے میں نہ گرالے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ مینے ایک ایک بات واضح کرکے لکھدی ہے۔ تا ہماری جماعت کے کمزور طبع لوگ بھی اس وہم میں مبتلا نہوں۔ کہ ان کے اموال میں خیانت کی جاتی ہے میرے پاس جو روپیہ چندہ کا آتا ہے۔ میں اُسے فوراً دفتر محاسب میں بھیجدیتا ہوں۔ اور اس سال سے تو مینے ایک کاپی بنا چھوڑی ہے۔ کہ جسپر درج کرکے محاسب کے دفتر سے رسید بھی لے لیتا ہوں تا میرا دامن ہر ایک الزام سے پاک رہے جس شخص نے میرے پاس کوئی رقم بھیجی ہے۔ وہ اسکا مطالبہ مجھ سے جب چاہے کر سکتا ہے۔ میں اُسے اسکا حساب دکھانے کے لئے تیار ہوں۔ گو یہ میرا حق نہیں کیونکہ میں لوگوں کو نہیں کہتا۔ کہ تم میرے پاس روپیہ بھیجو۔ وہ کیوں براہ راست انجمن میں نہیں بھیجتے۔ ہاں جس رقم کو میں اپنے نام بھیجنے کو لکھوں۔ اسکے متعلق ہر ایک شخص کا حق ہے کہ مجھ سے اپنی رقم کے متعلق تسلی کروالے لیکن کسی کے ابتلاء میں آجانے کے خوف سے مینے ایک کاپی میں اندراج کا بھی انتظام کر چھوڑا ہے۔ جسپر دفتر محاسب کے دستخط ہوتے ہیں کہ ہمیں فلاں فلاں شخص کی طرف سے اسقدر روپیہ پہونچ گیا۔ اور اس کے ذریعہ سے ہر ایک شخص اپنے مال کے متعلق جو میرے نام بھیجتا ہے۔ تسلی کر سکتا ہے ؛

میں کسی کے مال کا بھوکا نہیں۔ نہ خلافت کا بار کسی کے اموال کے لالچ سے مینے اپنے سر اُٹھایا ہے۔ خلافت سے پہلے بھی لوگ مجھے نذریں دیتے تھے۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ اُسوقت میں زیادہ آسودگی سے گذارہ کرتا تھا۔ کیونکہ اسوقت میرے ذمے کوئی بوجھ نہیں تھا۔ اب کئی حاجتمندوں کی خبرگیری مجھکو کرنی پڑتی ہے جنکی مدد انجمن نہیں کر سکتی۔ میرے واقف جانتے ہیں کہ اُسوقت میرے اخراجات اسوقت کی نسبت زیادہ وسیع ہوتے تھے۔ میں تبلیغ کے لئے جاتا تھا اور کبھی مینے ایک پیسہ کسی سے اپنے کرایہ وغیرہ کیلئے نہیں لیا۔ بلکہ اگر کوئی کچھ دیتا تھا تو اُسے یا تو واپس کر دیتا یا ان ساتھ کے مبلغین پر خرچ کر دیتا۔ جنکا خرچ انجمن کے ذمہ ہوتا تھا۔ اور سال بھر میں رقم اچھی خاصی جاتی تھی۔ مجھپر کبھی اسکا بوجھ نہیں ہوا تھا لیکن پچھلے سال بیماری کے لئے جو مجھے لاہور جانا پڑا۔ تو اسکے اخراجات میں سے اب تک کچھ روپیہ میرے ذمہ باقی ہے اسیطرح میں اپنے گھر کے اخراجات کو دیکھتا ہوں۔ کہ انمیں پہلے کی نسبت بہت تنگی رکھتا ہوں میں ہمیشہ خلافت سے پہلے علاوہ ان کے مقررہ خرچ کے خاص کپڑے وغیرہ بنوا کر دیتا رہتا تھا لیکن اُس وقت سے آجتک میں مقررہ خرچ کے علاوہ انکو کچھ نہیں دے سکا حتی کہ ایکدن میری بیوی نے مجھ سے کہا۔ کہ تم نے مدت سے مجھے تحفہ کچھ نہیں دیا میں کوئی قیمتی چیز طلب نہیں کرتی۔ بلکہ کوئی نہایت معمولی سی قیمت کی چیز میرے دل کو خوش کرنے کیلئے بنوا دو مینے انکا عندیہ معلوم کرنے کیلئے کہا۔ کہ بتاؤ کیا بنوا دوں۔ اور مینے معلوم کرنا چاہا۔ کہ انکی خواہش کہاں تک جاتی ہے۔ تو انھوں نے یہ کہا۔ کہ میں زیادہ نہیں مانگتی ایک سادہ انگوٹھی مجھے بنوا دو۔ یہ بات سنکر میرے دل نے مجھے شرمندہ کیا۔ کہ بیشک دوسرے مستحقین کی خبرگیری کرنی بھی ثواب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھکو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے لیکن ولزوجک علیک حق کا بھی ارشاد ہے۔ تیری بیوی کا بھی تجھپر کچھ حق ہے غرض میں صرف تمہارے اموال کے متعلق ممکن سے ممکن احتیاط برتتا ہوں۔ بلکہ جو کچھ مجھے خدا تعالےٰ دیتا ہے اسمیں سے ایک معتد بہ حصہ مستحق امداد لوگوں پر خرچ کر دیتا ہوں۔ اور مجھے اسبات سے بھی انکار نہیں جو کچھ لوگ مجھے تحفے دیتے ہیں۔ اسمیں سے اپنے نفس پر بھی

استعمال کرتا ہوں۔ اور میں اس سے شرمندہ نہیں کیونکہ میرے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تحائف قبول کرتے اور خیبر کی فتح سے پہلے آپکا گذارہ زیادہ تر انہی تحائف پر تھا۔ اسیطرح حضرت مسیح موعود بھی ہدایا کو قبول کرتے تھے لیکن اس سے زیادہ میں تمہارے اموال پر ہرگز تصرف نہیں کرتا جس غرض کیلئے کوئی شخص مجھے روپیہ دیتا ہے اسی کے لئے جمع کروا دیتا ہوں۔ اور اگر میری مرضی پر چھوڑے۔ تو میں اس روپیہ کو اکثر تو اشاعت صدر انجمن میں ۱۔ اور ۲۔ کی نسبت سے تقسیم کر دیتا ہوں اور جس مد میں زیادہ ضرورت ہو وہاں جمع کروا دیتا ہوں۔ اور بعض لوگ جو مجھے اس لئے روپیہ بھیجتے ہیں کہ میں جس مد میں چاہوں اسکو خرچ کر دوں تو ان روپوں کو مناسب ضروریات پر خرچ کر دیتا ہوں۔ لیکن سوائے اس روپیہ کے جو مجھے میری ذات کے لئے لوگ دیتے ہیں ہرگز ایک پیسہ بھی اپنے استعمال میں نہیں لاتا۔ اور جو شخص مجھے اس قابل خیال کرتا ہے اسپر حرام ہے کہ کبھی ایک پیسہ بھی وہ مجھے دے۔ میں حریص نہیں۔ خدا تعالے نے مجھے بہت وسیع دل دیا ہے۔ پھر وہ خود میری ضروریات کو پورا کرتا ہے بارہا ایسا ہوتا ہے کہ سخت تنگی کے وقت جب مجھے نظر نہیں آتا۔ کہ میں خرچ کہاں سے لوں۔ اور قرض لینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو وہ فوراً کسی ایسے ذریعہ سے جو میرے واہمہ میں بھی نہیں ہوتا۔ مجھے رزق بھیج دیتا ہے۔ بعض دفعہ ہندوؤں اور سکھوں سے روپیہ بھجوا دیتا ہے بعض دفعہ رؤیا کے ذریعہ کسی کو تحریک کر دیتا ہے۔ چنانچہ ابھی چند ماہ ہی ہوئے ہیں کہ میرے کوٹ کے پھٹ جانے پر میری بیوی نے کہا کہ کوٹ پھٹ گیا ہے میں نے کہا۔ دیکھو تو سہی خدا تعالے خود بندوبست کریگا۔ اسکے چند دن بعد خانبہادر شیخ محمد حسین صاحب بی اے جج سمال کاز کورٹ کانپور کا ایک خط اور کوٹ کا کپڑا ملا جس میں انہوں نے تحریر فرمایا تھا۔ کہ ایک خواب کی بناء پر وہ یہ کوٹ کا کپڑا میرے لئے بھیجتے ہیں۔ وہ ایک معزز عہدہ دار اور راستباز انسان ہیں ان سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔ کہ آیا یہ واقعہ درست ہے یا نہیں۔ روپیہ کے متعلق تو ایسے بہت سے تجارب ہوئے ہیں۔ کہ ضرورت کے وقت بعض لوگوں کو رؤیا ہوئی اور انہوں نے روپیہ بھیجدیا قلبی تحریک کی مثالیں اس سے بھی زیادہ ہیں پس جبکہ خدا تعالیٰ خود میرا کفیل ہے اور مجھ سے زیادہ میری فکر رکھتا ہے۔ تو مجھے کسی کے روپیہ کی کیا لالچ ہو سکتی ہے۔ لالچ اور حرص تو اسے ہوتی ہے جسے یہ خطرہ ہوتا ہے۔ کہ مجھے ضرورت کے وقت روپیہ کہاں سے ملیگا جبکہ میرا سہارا خدا تعالیٰ ہے۔ اور وہ میرے رزق کا ذمہ وار ہے اور غیر معمولی ذرائع سے حتی کہ غیر احمدیوں۔ ہندوؤں۔ سکھوں اور پھر خوابوں کے ذریعہ سے مجھے رزق پہونچاتا ہے۔ تو مجھے اپنے رزق کے لئے کیا فکر ہو سکتی ہے۔ جو شخص مجھ پر اعتراض کرتا ہے۔ وہ خدا تعالے سے ڈرے۔ کہ وہ نہیں مرے گا جب تک کہ اسپر بھی یہ الزام نہ لگایا جائے۔ میرا ضمیر اس معاملہ میں صاف ہے۔ اور جس وقت بھی فرشتہ موت میرے پاس آجائے میں اس یقین کے ساتھ جان دے سکتا ہوں۔ کہ خیانت یا سلسلہ احمدیہ کے اموال میں کسی قسم کی بے احتیاطی کے بغیر میں نے اس سلسلہ کے اموال کی حفاظت کی ہے۔ اور اس دنیا کا چھوڑنا ہرگز میرے اوپر بوجھ نہیں۔ کیونکہ میں اس دن کو عید کا دن سمجھتا ہوں۔ جبکہ ایمان کے اوپر میرا خاتمہ ہو۔ اور ان ذمہ واریوں سے سبکدوش کیا جاؤں۔ پس اس دنیا کا محب نہیں۔ بلکہ اس سے نفرت کرنے والا ہوں۔ اور وہی شخص اس دنیا کی محبت کا الزام مجھ پر لگا سکتا ہے۔ جس کا دل خود اس گند میں ملوث ہے۔ میرے لئے یہ بس ہے۔ کہ میرا خدا مجھ سے راضی ہو میرے مخالفین کے ناپاک حملوں نے نہ پہلے میرا کچھ بگاڑا۔ اور نہ اب بگاڑ سکتے ہیں۔ خدا تعالے کی مرضی پوری ہوئی۔ اور ہوگی۔ اور اسی کے فضل سے دنیا کے چاروں کناروں پر مجھے اور میرے اتباع کو غلبہ حاصل ہوگا۔ اور وہ لوگ جو دشمنی کی آگ میں جل رہے ہے۔ یا منافقانہ طور پر میرے ساتھ ہو کر پھر ان دشمنوں کے ساتھ شامل ہیں۔ آہستہ آہستہ ناکامی و نامرادی کا منہ دیکھیں گے۔ ذلت ان کے استقبال کے لئے ہاتھ بڑھائے کھڑی ہے۔ اور رسوائی ان کے بغلگیر کرنے کے لئے ہاتھ پھیلائے کھڑی ہے ابھی کچھ ہی دن ہوئے۔ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم تمثلی طور پر تشریف فرما ہوئے۔ اور آپنے مجھے فرمایا۔ ہم تیری مشکلات کو دیکھتے ہیں۔ اور ان کو دور کر سکتے ہیں۔ لیکن ایک دو (یا دو تین کہا) سال تک صبر کی آزمائش کرتے ہیں۔

محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی روح میری مدد کے لئے جوش مار رہی ہے۔ کیونکہ میرے دشمنوں نے مجھے جو اس وقت اسکا سب سے زیادہ عاشق اور سب سے زیادہ محبت رکھنے والا ہوں۔ اور سب سے زیادہ اس کی عظمت کے قائم کرنے کا خواہشمند ہوں۔ اس لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنیوالا قرار دیا۔ کہ میں نے کیوں اس کی حقیقی عظمت کو قائم کیا! اور اسکے اس درجہ کو دنیا کے سامنے پیش کیا جو اسکی عظمت کا اظہار کرنے والا ہے۔ پس وہی پاک وجود بیتاب ہے۔ کہ میری نصرت کے لئے آئے۔ اس سے پہلے وہ اس گھاٹی سے گذرتا ہوا مجھے دیکھنا چاہتا ہے۔ جس میں سے گذرنے کے بغیر کسی شخص نے قرب الہی حاصل نہیں کیا۔ پس میرے دن عید ہیں اور راتیں لیلۃ القدر ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی میری فکر ہے۔ اور میں اپنے دشمنوں کے حملوں سے گھبراتا نہیں۔ کیونکہ جسقدر سخت وہ حملہ کریں گے اتنی ہی جلدی مجھے اس محبوب رب العالمین کی روح مبارک سے فیضان خاص حاصل کرنیکا اور دعا خاص سے حصہ لینے کا موقعہ ملیگا۔ پس اے میرے دشمنو! تم حملہ کرو اور جسقدر چاہو کرو مجھے جسکی پرواہ تھی وہ مجھ سے خوش ہے میں تمہارا بھی شکرگذار ہوں۔ کہ اگر تمہارے بے رحم حملے نہ ہوتے تو ایک غلام کو یہ فخر ہرگز حاصل نہ ہوتا۔ کہ مالک اس کے گھر تشریف لاتا اور ایک خادم کو یہ رتبہ کسطرح نصیب ہوتا۔ کہ آقا اسکی آنکھوں کو اپنے نور سے روشن کرتا۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۰

تلبیس ابلیس

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

(حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے کاتب تقاریر کے قلم سے)

ابتدائے عالم سے یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ جب کبھی کوئی آدم وقت دنیا میں مبعوث ہوا۔ اس کے مقابلہ کے لئے کئی ایک ابلیس بھی پیدا ہو گئے۔ اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے اپنے ایک برگزیدہ کو مبعوث فرمایا تھا۔ جس نے علی الاعلان کہا کہ ؎

"میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی ہارون ہوں"

اسکے مقابلہ کے لئے بھی کئی ایک ابلیس کھڑے ہو گئے۔ جنہیں سے بعض اسوقت بھی آپکے لگائے ہوئے باغ ثمرور کی بربادی اور تخریب کے درپے ہو رہے۔ اور آپ کے چمنستان سدا بہار کے محافظ حقیقی کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں چاہیئے تھا۔ کہ وہ اس عبرتناک واقعہ کو آویزہ گوش ہوش بناتے۔ جو خدا تعالیٰ نے ان کے لئے اپنے مقدس صحیفہ میں بیان فرما دیا تھا۔ اور اپنے جد امجد (شیطان لعین) کے ہلاکت آفرین اِبا سے سبق حاصل کرتے۔ لیکن اگر ایسا ہوتا تو گویا وہ ابلیس کے ناخلف بنتے ؛

اسوقت ہماری جماعت کے افراد کو ان ابن الشیاطین کی شیطانی کارروائیوں کے دیکھنے اور سننے اور ان پر حسب ارشاد خداوندی اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھنے کا کئی بار موقعہ پیش آیا ہو گا۔ مگر آج کل ایک نیا شیطان انسانی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ جس کی اصل قیام گاہ تو اخبار "العصر لاہور" کی ایڈیٹوریل کرسی ہے۔ لیکن کبھی کبھی مصطفیٰ خاں کے نام سے پیامی پارٹی کے اخبار پیغام صلح کے ذریعہ بھی حق نمک ادا کرنے کے لئے رونما ہوتا ہے۔ چنانچہ ۵ ستمبر کے پیغام میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی شان مبارک میں پیغام صلح کے صفحات پر اس نے اپنی ان صفات مذمومہ کا جو اسے اناخیر منہ کہنے والے کی وراثت سے ہونے کی وجہ سے حاصل ہیں ایسا قبیح نظارہ پیش کیا ہے کہ الامان! اسکے پیش نظر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی وہ تقریر ہے۔ جو ۲۹ اگست ۱۹۲۹ء کے الفضل میں "تبلیغ احمدیت کے آسان طریق" کے عنوان سے شایع ہو چکی ہے۔ اگر اس میں انسانیت اور شرافت کا کچھ بھی مادہ باقی ہوتا۔ تو اس کی قلم سے کبھی ایسے گندے الفاظ نہ نکلتے لیکن وہ بھی معذور تھا۔ جو کچھ اسکے اندر تھا وہی نکلنا چاہیئے تھا۔ چنانچہ وہ تمہیداً لکھتا ہے کہ :-

"میاں صاحب کی تبحر علمی کا نچوڑ اور برکات فتوحات خلافت کا عطر تو آپ کی اس شہرۂ آفاق اور مہتم بالشان تصنیف میں آچکا ہے۔ جسکو خلافت مآب نے شیخ سعدی شیرازی کی اس نصیحت کو کہ تعجیل کار شیاطین بود نظر انداز کرتے ہوئے محض اکیس ۲۱ دن میں لکھا۔"

یہ الفاظ لکھکر اس نے خیال کیا ہو گا کہ میں اپنی اس کارگذاری سے اپنے جد امجد کو دھوکہ دے کر اور اُسے خوش کر کے کوئی انعام حاصل کر لونگا۔ لیکن اُسے یاد رہنا چاہیئے۔ کہ گو تو بھی کچھ کم نہیں۔ لیکن پھر بھی شیطان تیرا بڑا اور تیرا اُستاد ہے۔ اس کو تو دھوکہ نہیں دے سکتا تجھے چاہیئے کہ اس کے خوش کرنے اور اپنی کارگذاری دکھانے کے لئے کسی اور جگہ نظر دوڑائے۔ اور اگر میری بات مانے تو پیغام بلڈنگ میں چلا جا۔ وہاں تجھے کثرت سے ایسے لوگ مل جائینگے۔ جن کی تجھے ضرورت ہے۔ اور اگر ان تلاش کرنے میں مزید سہولت چاہتا ہے تو امیر پیام کی کوٹھی پر چلا جا۔

ہاں اے جہل مرکب اور جہالت مجسم ذرا سوچ اور غور کر کہ کیا شیخ سعدی کی نصیحت

"تعجیل کار شیاطین بود"

کو نظرانداز کرنے کا جرم تو نے ان موٹی تازی ہستیوں پر تو قائم نہیں کیا۔ جن کی آنکھوں پر مال حرام کھا کھا کر چربی کی تہیں چھائی ہوئی ہیں۔ اور کیا تو نے انہیں کی گود (پیام) میں بیٹھ کر انہیں کی داڑھی تو نہیں نوچی۔ ہمارے نزدیک تو ایسے موقعہ پر شیخ سعدی کے یہ الفاظ چسپاں ہوتے ہیں۔ اور نہ ہم ان کی صداقت کے اس طریق سے قائل ہیں۔ لیکن تو نے انہیں نصیحت مانکر بتا دیا ہے کہ تیرے نزدیک جو اسکے خلاف کرے وہ ضرور شیطان ہوتا ہے پس جب ایسا انسان تیرے نزدیک شیطان ہے۔ تو بتلا مولوی محمد علی کے متعلق جو تیرا امیر ہے۔ تو کیا خیال رکھتا ہے کہ اس نے جب اپنی مایہ ناز کتاب النبوۃ فی الاسلام شایع کی تو لکھا کہ :- "صرف بیس روز میں بلکہ اس سے بھی تھوڑے دنوں میں تصنیف اور طبع ہو کر" شایع ہو گئی۔ تیرے نزدیک اُس نے "تعجیل کار شیاطین بود" کو نظر انداز کیا یا نہیں ؟ اگر کیا تو کیوں تو نے آج تک اسے کبھی شیطان نہ کہا۔ لیکن چونکہ تو خود بھی شیطان ہے اس لئے تو نے کسی مناسب موقعہ اور کسی اچھی ترکیب سے ہی کہنا تھا۔ چنانچہ اب تجھے وہ موقعہ ہاتھ آگیا۔ اور تو نے اس عمدگی اور اس خوبی سے اُسے شیطان بنایا کہ وہ بھی یاد ہی رکھیگا۔ پھر بتلا کہ تیری اسی تحریر کے مطابق خواجہ کمال الدین بھی شیطان ہوا یا نہیں۔ جبکہ اس نے ام الالسنہ کو اس سے بھی تھوڑے عرصہ میں شایع کرنے پر فخر کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تجھے خواجہ اور محمد علی سے کوئی خاص عداوت تھی۔ جس کا بدلہ تو نے اس طریق سے لیا ہے۔ اور ایسا لیا ہے کہ جب تک پیغام کا یہ پرچہ اور مولوی محمد علی کی کتاب النبوۃ فی الاسلام اور خواجہ کی ام الالسنہ اپنی اس ادعائی تحریر کو لئے ہوئے تختۂ عالم پر موجود رہینگی۔ تب تک انہیں شیطان کا لقب دلاتی رہینگی۔ اور آنے والی نسلیں ان کے ناموں سے پناہ مانگینگی ؛

ہاں ساتھ ہی یہ بھی سُن لے کہ یہ حملہ تو نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ پر ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس جری اللہ فی حلل الانبیاء پر بھی کیا ہے۔ جسکے قبول کرنے کا تجھے بھی جھوٹا دعویٰ ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ آپ نے اپنی ایک تصنیف "ضرورت امام" کے ٹائٹل پیج پر یہ الفاظ لکھوائے کہ "صرف ڈیڑھ دن میں تیار ہوا۔"

اے نادان بتلا اور نشۂ جہالت سے ہوش میں آکر بتلا کہ کیا تو نے اپنی نادانی اور جہالت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے ایک برگزیدہ انسان کی شان میں ناقابل عفو گستاخی

نہیں کی۔ اور کیا تو نے اس طرح خدا تعالےٰ کے غضب کو اپنے اوپر نہیں بھڑکایا۔ کہاں ہیں باغیان خلافت جو ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ تم حضرت مسیح موعود کی ہتک کرتے ہو۔ وہ بتلائیں کہ کیا انہوں نے اس مغضوب الغضب شخص کے قلم سے ایسے ناپاک اور گندے الفاظ لکھوا کر اور اپنے اخبار میں چھاپ کر حضرت مسیح موعود کی ہتک کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت کیا ہے۔ کیا یہی حملہ جو حضرۃ خلیفۃ المسیح کی ذات پر کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود پر نہیں پڑتا۔ ضرور پڑتا ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ تمہارے قلوب میں وہ نور نہیں رہا جس کی روشنی میں تم نے حضرت مسیح موعود کو پہچانا تھا۔ وہ ایمان نہیں رہا جس کے ذریعہ تم نے حضرت مسیح موعود کو مانا تھا۔ اس لئے تم جو کچھ بھی کہو۔ اور جس طرح بھی آپ کی ہتک کرو اس پر کوئی تعجب نہیں۔ لیکن میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں جو ابھی تک تمہاری دھوکہ دہ تحریروں اور چکنی چپڑی باتوں سے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ تمہارا ابھی تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ نہ کچھ تعلق ہے وہ مجھے بتلائیں۔ اور خدا کے لئے بتلائیں۔ کہ کیا ایک شخص جو تعمیل کار شیاطین بود کے فتوے کے نیچے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لاتا ہے اور وہ جو اس کی اس خدا کے غضب کو جوش دلانے والی تحریر کو بڑے فخر کے ساتھ اپنے اخبار میں درج کرتے ہیں۔ انکے قلوب میں حضرت مسیح موعود کی کچھ قدر ہے۔ اگر نہیں تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ تم لوگ ایسے انسانوں پر لعنت نہیں بھیجتے۔ اور ان سے دور نہیں بھاگتے۔ کیا تم نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ کیا اب بھی تمہیں انکے ظالم ہونے میں کچھ شک ہے۔ جبکہ انھوں نے خدا کے برگزیدہ محمدؐ کے بروز پر ایسے ایسے سخت حملے کرنے شروع کر دئے ہیں۔ اور اس قسم کی تلبیس سے اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔ تم ان سے بچو۔ کہ ان کا وبال تم پر نہ آ پڑے۔ یہ لوگ شیطانی کاموں کی وجہ سے حق سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ صداقت ان کی آنکھوں سے دور ہو گئی ہے۔ گندے خیالات اور وساوس پھیلانا ان کا کام ہو رہا ہے۔ پاک لوگوں کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنا اور انا خیر منہ کہنا ان کا شغل ہے۔ پس ان سے دور رہو۔ اور انکے وساوس کو اپنے دل میں نہ آنے دو *

اس شریر النفس اور انا خیر منہ کے دعویدار لعنتی انسان کی زیادہ پردہ دری کے لئے ہمارے ناظرین کو الفضل کے آئندہ نمبر کا انتظار کرنا چاہیئے *

قبولیت دُعا کا دروازہ کُھل گیا

ان طریق کے ذریعہ جو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے بتائے ہیں۔ خود ان پر عمل کر کے اپنی دُعاؤں کی قبولیت کا مزا اُٹھایئے۔ اور دوسروں تک اس نعمت غیر مترقبہ کو پہنچا کر ثواب عظیم حاصل کیجئے۔

قیمت فی رسالہ ۲ ؍ ۔ ایک روپیہ کے سات عدد *

ملنے کا پتہ :-

مینیجر احمدیہ بک ڈپو۔ قادیان

ورزش کے سامان کے لئے احمدیوں کا اپنا کارخانہ

احمدی شائقین کی خدمت میں اس اشتہار کے ذریعہ اطلاع دی جاتی ہے کہ ہمارا کارخانہ ہر قسم کے سامان ورزش از قبیل۔ کرکٹ۔ ہاکی۔ فٹ بال۔ ٹینس۔ بیڈ منٹن اور جمناسٹک وغیرہ مدت سوا سال سے ہندوستان میں اور بیرون از ہند بہم پہنچا رہا ہے۔ لیکن ہنوز احمدی قوم نے زمانہ حال کی ورزش کے مطابق قومی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کارخانہ کی طرف بہت کم توجہ کی ہے۔ لہٰذا جو احباب سکولوں میں ملازم ہیں۔ یا کسی اور جگہ جہاں سپورٹس کے سامان کی ضرورت ہو دخل رکھتے ہیں۔ انکی خصوصاً و دیگر شائقین کی عموماً توجہ درکار ہے۔ قومی مرکز قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر مولانا مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے ہمارے کارخانہ کے متعلق فرماتے ہیں :۔

"جناب من! میں یہ بات بلا تامل کہتا ہوں کہ میں آپ کے کارخانہ سے ہر طرح خوش ہوں۔ آپ سامان کرکٹ وفٹ بال کے متعلق فرمائشوں کی تعمیل نہایت مستعدی سے کرتے رہے ہیں۔ آپ جو سامان ورزش مجھ کو بنا کر بھیجتے رہے وہ بلحاظ قیمت و خوبی ساخت مقابلۃً نہایت ہی اطمینان بخش ثابت ہوتا رہا ہے *

آپکا صادق - محمدؐ الدین ہیڈ ماسٹر

مکمل فہرست حسب فرمائش مفت بھیجی جائے گی *

پتہ۔ نظام سیالکوٹ شہر

بلا مبالغہ سچا اشتہار

مقوی اعصاب گولیاں

یہ گولیاں ہر قسم کے ضعف اعصاب و دماغ کو دور کرتی ہیں چونکہ اعصاب کا مبدا ہے۔ اور ان کا جال تمام جسم میں پھیلا ہوا ہے۔ اسلئے یہ گولیاں مقوی دماغ مقوی معدہ مقوی حافظہ اور کثرت بول کے لئے بہت مفید ہیں دماغی محنت کی تھکان کو رفع کرتی ہیں اسی طرح اور بھی بعض فوائد ہیں۔ قیمت فی درجن ایک روپیہ ایک درجن سے اوپر فی گولی ۱؎ ۔ اور فیصدی چھ روپے چار آنے لیکن الفضل کے حوالے سے منگوانے والوں کے لئے ایک روپیہ میں پندرہ گولیاں۔ اس سے اوپر فی گولی ۱؍ اور فی سینکڑہ پانچ روپے آٹھ آنہ *

پرچہ ترکیب استعمال۔ دوائی کے ہمراہ ارسال کیا جاتا ہے *

جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجنا چاہیئے *

ملنے کا پتہ :- **حکیم محمد الدین احمدی - گوجرانوالہ**

تصدیق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ

"حکیم صاحب نہایت مخلص اور پرانے احمدی ہیں اور علم طب میں پرانا تجربہ رکھتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول بھی انکی بعض دواؤں کو استعمال کرواتے تھے۔ انکی تیار کردہ دوائی پر مجھے اعتماد ہے کہ اخلاص و محبت سے تیار کی گئی ہے" **خاکسار مرزا محمود احمد**